ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور



مدینہ منورہ کی عظمت

صحابی رسول حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:-

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ فَجَعَلَهَا حَرَامًا وَاِنِّیْ حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ حَرَامًا مَا بَيْنَ مَازِمَيْهَا اَنْ لَا يُهْرَاقَ فِيْهَا دَمٌ وَّلَا يُحْمَلَ فِيْهَا سِلَاحٌ وَلَا يُخْبَطَ فِيْهَا شَجَرَةٌ اِلَّا لِعَلَفٍ - رواہ مسلم

حضرت ابراہیمؑ نے مکّہ کے "حرم" ہونے کا اعلان کیا تھا (اور اس کے خاص آداب و احکام بتائے تھے) اور میں مدینہ کے "حرم" قرار دیے جانے کا اعلان کرتا ہوں۔ اس کے دونوں طرف کے دروں کے درمیان کا پورا رقبہ واجب الاحترام ہے، اس میں خوں ریزی نہ کی جائے، کسی کے خلاف ہتھیار نہ اٹھایا جائے (یعنی اسلحہ کا استعمال نہ کیا جائے) اور جانوروں کے چارے کی ضرورت کے سوا درختوں کے پتّے بھی نہ جھاڑے جائیں۔ صحیح مسلم

۲۳ اگست ۱۹۸۵

دو روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

جلد ۳۱ شمارہ ۶

— بیاد —

جانشین شیخ التفسیر امام الہدیٰ

حضرت مولانا عبیداللہ انور

نور اللہ مرقدہ

رئیس الادارہ

حضرت مولانا محمد اجمل قادری

مدظلہ

— مجلس ادارت —

عبدالرشید انصاری

ظہیر میر ایڈووکیٹ

انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی : -/۲ روپے

پاکستان میں بذریعہ ——— ڈاک

سالانہ ۵۲ شمارے -/۸۰ روپے

ششماہی ۲۶ شمارے -/۴۵ روپے

نقطۂ نظر

۱۴ اگست ۱۹۸۵ء

عوام کی مایوسیوں اور مبہم امیدوں میں اضافہ

۱۴ اگست کو پورے جوش وخروش سے یوم آزادی منایا گیا۔ حزب اقتدار نے مینارِ پاکستان کے زیرِ سایہ جلسہ کیا۔ طلبگارانِ اقتدار نے موچی دروازہ لاہور کی جلسہ گاہ میں مجمع سجایا اور باقی قوم نے جھنڈے لگا کر اور ٹی۔وی دیکھ کر ۱۴ اگست کا دن گذارا۔ سربراہِ مملکت جنرل ضیاء الحق نے بھی راولپنڈی میں سرکاری سطح پر منعقدہ مرکزی تقریب سے خطاب کیا۔ وزیراعظم جونیجو کی تقریر کے بارے میں بڑے سنسنی خیز اندازے اخبارات میں شائع ہوتے رہے۔ سرکاری خدمت گذاروں نے کئی دن بھاگ دوڑ کر کے ان کی تقریر کے لیے ہجوم بھی کچھ جمع کر ہی دیا۔ انتظامات کی فراوانی اور اخبارات کے مرچ مسالے سے تھوڑا تھوڑا محسوس ہونے لگا تھا کہ شاید عزت مآب وزیراعظم سچ مچ کوئی اعلان کر ہی ڈالیں گے اور پاکستانی قوم کے لیے ۱۴ اگست ۸۵ء کا سورج ممکن ہے موجودہ حکومت کی جانب سے کوئی زبردست نوید مسرت لیے طلوع ہو۔ مگر

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

جونیجو صاحب نے تقریر فرمائی مگر صرف تقریر۔ اخبار والوں اور سیاستدانوں کے نزدیک وزیراعظم نے اپنی تقریر میں جو اہم ترین بات کہی وہ یہ تھی کہ مارشل لاء دو۔ تین ماہ تک اٹھا لیا جائے گا۔ یکم جنوری کو ملک میں مارشل لاء نہیں ہوگا۔ ہماری دعا ہے کہ

ناشر: میاں محمد اجمل قادری، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور، مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور



حج سے گناہ دُھل جاتے ہیں

اِنَّ الْحَجَّ یَغْسِلُ الذُّنُوبَ کَمَا یَغْسِلُ الْمَآءُ الدَّنَسَ

طبرانی

ترجمہ : بے شک حج گناہوں کو یوں دھو ڈالتا ہے جیسے پانی میل کو صاف کر دیتا ہے

تشریح : حج اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ ہر صاحبِ حیثیت مسلمان پر تمام عمر میں ایک دفعہ فرض ہے۔ مسلمان دور دراز کا سفر اختیار کر کے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں۔ گھر بار کاروبار اور اہل وعیال سب چھوڑ کر اللہ کے اس فرض کو ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ جاتے ہیں۔ اس فرض کی ادائیگی میں تکلیفیں کچھ زیادہ ہی اٹھانی پڑتی ہیں اس لیے اس کا ثواب بھی زیادہ ہوتا ہے۔ ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ......

حج کرنے کے بعد آدمی گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوا ہے۔

....

جنت تلواروں کے سائے میں ہے

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوفِ

مسند حاکم

ترجمہ : جنت تلواروں کے سائے میں ہے

تشریح : جہاد اسلام کا چھٹا رکن ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کے تحت قیامت تک جاری رہے گا۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی اہمیت بتائی ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں دین کی سربلندی کی خاطر اپنی جان تک قربان کر دیں تو انہیں ہمیشہ کی زندگی اور جنت ملے گی۔ شہید کی موت لاکھ زندگیوں سے بہتر ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں جان دے دیں انہیں مُردہ مت کہو۔ حضورؐ نے خود شہادت کی آرزو فرمائی ہے۔

....

پہلے گھر والوں سے ابتدا کرو

اِبْدَأْ بِمَنْ تَعُول

طبرانی

ترجمہ : اس شخص سے شروع کرو جس کا خرچ تمہارے ذمہ ہے۔

تشریح : حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ پہلے ان لوگوں کی امداد کرو جن کا نان و نفقہ تمہارے ذمہ ہے بعد میں دوسرے لوگوں پر مال خرچ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ گھر عذاب اور باہر ثواب، بلکہ گھر والوں کا خیال زیادہ ہو، پھر باہر والوں کا۔

فارسی میں کہا گیا ہے

اوّل خویش، بعد درویش

وزیر اعظم اپنے عزم کو عملی جامہ پہنا سکیں اور جس یکم جنوری کی انہوں نے جو بات کی ہے وہ یکم جنوری ۸۶ء ہی کی ہو کہیں آٹھ سال مزید نہ گذر جائیں۔

صدر ضیاء الحق نے یوم آزادی پر اپنی تقریر میں حسبِ معمول دعویٰ کیا کہ ہم نے نفاذِ اسلام پر پوری توجہ دی ہے اور یہ اعتراف بھی کیا کہ نفاذِ اسلام سے لوگوں کو جو توقعات تھیں وہ پوری نہیں ہوئیں۔ اس اعتراف کے ساتھ ہی صدر محترم کو یقین کرنا چاہیئے کہ اسلامی نظامِ حیات کے نفاذ کے لیے وہ اور ان کے رفقاء اگر مخلص تھے تو انہوں نے اپنی ادھوری اور نامکمل کوششوں سے پاکستان میں اس گروہ کی مشکلات میں بہت اضافہ کیا ہے جو یہاں ہوس اقتدار کے بغیر دین کی بالا دستی اور قرآن و سنّت کی حکمرانی قائم کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ سابقہ ادوار میں حکمرانوں نے اسلامی نظام کے نفاذ پر توجہ نہیں دی مگر ہمیں صدر موصوف کی اس بات سے قطعاً اتفاق نہیں ہے کہ "اس کام میں نہ صرف سال لگیں گے بلکہ پشتوں تک یہ کام مکمل ہو گا۔" اس لیے کہ اگر ایوب خاں ۶۲ء میں ایک آئین اور بنیادی جمہوریت کا نظام بنا کر ملک میں نافذ کر سکتے تھے اور ۷۳ء میں منتخب عوامی نمائندوں نے ایک متفقہ دستور بنا کر ملک میں جاری کیا ہے.... تو وہ دستورِ حیات جو چودہ سو سال قبل رب العٰلمین نے مکمل کر کے حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرما دیا اسے نافذ کرنے کے لیے پشتوں کی زندگیاں کیوں مطلوب ہیں۔؟ اگر آٹھ سال تک اقتدار قائم رکھنے کے لیے مسلمان سربراہ مملکت اختیارات کے تمام سوتوں سے استفادہ کرنا ضروری سمجھتا ہے تو وہ دین کے لیے ہر ممکن اقدام کیوں نہیں کرتا؟ ہمارے خیال میں صدر جنرل ضیاء الحق کی ۱۴ اگست کی تقریر سے قوم کی مایوسی اور بددلی میں اضافہ ہو گا۔ کم از کم یہ بات اس شخص کے شایانِ شان نہیں ہے جس نے کُل اختیارات کے ساتھ آٹھ سال حکومت کی ہو اور وہ اپنے آپ کو اسلام کا سپاہی کہتا ہے۔ اس لیے کہ اسلام اور کاہلی یا بزدلی اکٹھے نہیں چل سکتے۔ ایم۔ آر۔ ڈی۔ والوں نے موچی دروازے کے جلسے میں ٹھیک کہا ہے کہ اسلام اور جبر ایک ساتھ نہیں چل سکتے مگر نوابزادہ نصر اللہ خاں بتائیں کہ کیا اسلام اور الحاد کبھی ایک ساتھ چل سکتے ہیں؟

ایم۔ آر۔ ڈی نے لاہور کے جلسے میں فقہ جعفریہ کی تحریک کی حمایت کی ہے اور ۴ جولائی کو غیر ملکی تعاون سے اہلِ تشیع نے مسلح ہو کر کوئٹہ میں جو خونریزی کی اور لوٹ مار مچائی اس کی مذمت کرنے کے بجائے مسلح مظاہرین کو مظلوم قرار دیتے ہوئے ان کے حق میں قرارداد منظور کی۔ اہلسنت عوام اس مسئلہ میں یہ بات نظر انداز نہ کریں کہ وزیر داخلہ اسلم خٹک نے بھی سینٹ کے اجلاس میں کوئٹہ کے واقعہ کو تحریک فقہ جعفریہ اور حکومت کے درمیان تصادم قرار دے کر حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی تھی اور ایم آر ڈی بھی اسے حکومت اور اہلِ تشیع کا تصادم کہتی ہے حالانکہ یہ ایرانی شہ پر اہلِ تشیع کا جارحانہ اقدام تھا۔ اسی لیے حکومت پاکستان کو ایران کا احتجاج مسترد کرنا پڑا۔ اہلسنت علماء عظمت اصحاب رسول کے تحفظ کی بات کریں تو ایم آر ڈی والے اسے فرقہ واریت کہتے ہیں۔ مگر نوابزادہ نصر اللہ خاں دام ظلہٗ عارف الحسینی کے نمائندے کو بھی ہمارے مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ اپنے پہلو میں بٹھاتے ہیں۔ مسجد میں میکدہ یا بُت خانہ کے ساتھ مسجد! نوابزادہ صاحب کیا بتائیں گے؟ اور اس

باقی صفحہ ۹ پر

امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ

خدا نے تمہیں ایک ہی جامۂ انسانیت دیا تھا لیکن تم نے طرح طرح کے بھیس اور نام اختیار کر لیے

****

اور رشتۂ انسانیت کی وحدت سینکڑوں ٹکڑوں میں بکھر گئی

وہ کہتا ہے دنیا میں کوئی بانیٔ مذہب بھی ایسا نہیں ہُوا جس نے ایک ہی دین پر اکٹھے رہنے اور تفرقہ و اختلاف سے بچنے کی تعلیم نہ دی ہو۔ سب کی تعلیم یہی تھی کہ خدا کا دین بچھڑے ہُوئے انسانوں کو جمع کر دینے کے لیے ہے الگ الگ کرنے کے لیے نہیں ہے۔ پس ایک پروردگار عالم کی بندگی و نیاز میں سب متحد ہو جاؤ اور تفرقہ و مخاصمت کی جگہ باہمی محبت و یک جہتی کی راہ اختیار کرو۔

وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ (۲۳ : ۵۲)

اور دیکھو یہ تمہاری اُمت فی الحقیقت ایک ہی اُمّت ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں۔ پس (میری عبودیت و نیاز کی راہ میں تم سب ایک ہو جاؤ اور) نافرمانی سے بچو۔

وہ کہتا ہے خدا نے تمہیں ایک ہی جامۂ انسانیت دیا تھا لیکن تم نے طرح طرح کے بھیس اور نام اختیار کر لیے اور رشتۂ انسانیت کی وحدت سینکڑوں ٹکڑوں میں بکھر گئی۔ تمہاری نسلیں بہت سی ہیں اس لیے تم نسل کے نام پر ایک دوسرے سے الگ ہو گئے ہو، تمہارے وطن بہت سے بن گئے ہیں اس لیے اختلافِ وطن کے نام پر ایک دوسرے سے لڑ رہے ہو۔ تمہاری قومیتیں بے شمار ہیں اس لیے ہر قوم دوسری قوم سے دست و گریباں ہو رہی ہے۔ تمہارے رنگ یکساں نہیں اور یہ بھی باہمی نفرت و عناد کا ایک بڑا ذریعہ بن گیا ہے۔ تمہاری بولیاں مختلف ہیں اور یہ بھی ایک دوسرے سے جُدا رہنے کی بہت بڑی حجت بن گئی ہے۔ پھر ان کے علاوہ امیر و فقیر، نوکر و آقا، وضیع و شریف، ضعیف و قوی، ادنیٰ و اعلیٰ بے شمار اختلافات پیدا کر لیے گئے ہیں اور سب کا منشاء یہی ہے کہ ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ اور ایک دوسرے سے نفرت کرتے رہو۔ ایسی حالت میں بتلاؤ وہ کونسا رشتہ ہے جو اتنے اختلافات رکھنے پر بھی انسانوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دے اور انسانیت کا بچھڑا ہوا گھرانہ پھر از سرِ نو آباد ہو جائے؟ وہ کہتا ہے صرف ایک ہی رشتہ باقی رہ گیا ہے اور وہ خدا پرستی کا مقدس رشتہ ہے۔ تم کتنے ہی الگ ہو گئے ہو لیکن تمہارے خدا الگ الگ نہیں ہو سکتے۔ تم سب ایک ہی پروردگار کے بندے ہو۔ تم سب کی بندگی و نیاز کے لیے ایک ہی معبود کی چوکھٹ ہے۔ تم سب بے شمار اختلافات رکھنے پر بھی ایک ہی رشتۂ عبودیت میں جکڑے ہوئے ہو۔ تمہاری کوئی نسل ہو، تمہارا کوئی وطن ہو، تمہاری کوئی قومیت ہو، تم کسی درجے میں اور کسی حلقے کے انسان ہو لیکن جب ایک ہی پروردگار کے آگے سرِ نیاز جُھکا دو گے تو یہ آسمانی رشتہ تمہارے تمام ارضی اختلافات مٹا دے گا۔ تم سب کے بچھڑے ہُوئے دل ایک دوسرے سے جڑ جائیں گے۔ تم محسوس کرو گے کہ تمام دنیا تمہارا وطن ہے۔ تمام نسل انسانی تمہارا گھرانا ہے اور تم سب ایک ہی رب العالمین کی عیال ہو۔ (تفسیر ام الکتاب)

مولانا قاری محمد الیاس
اشرف المدارس فیصل آباد

******

قربانی
فضائل و مسائل

قربانی ایک اہم عبادت ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے۔ قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے مذاہب میں بھی قربانی کو قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ امام الانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں قیام کے دوران دس سال تک مسلسل قربانی کی ہے اور اپنے جاں نثار ساتھیوں کی توجہات ترغیباً اور ترھیباً اس جانب مبذول کرائی ہیں۔ آپؐ کا ارشاد گرامی ہے قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی عمل اللہ کے ہاں پسند نہیں اور بوقت ذبح قطرۂ خون زمین پر گرنے سے قبل ہی عنداللہ مقبول و منظور ہو جاتا ہے۔ قربانی کرنے والوں کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا اجر ہو سکتا ہے کہ قربانی کے جانور کے جسم پران بے شمار بالوں میں سے ہر ایک بال کے بدلے جو احاطۂ شمار میں نہیں لائے جا سکتے ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔

قربانی کس پر واجب ہے؟

قربانی ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو عاقل، بالغ، مقیم اور ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا مالک ہو بشرطیکہ ضروریات سے زائد ہو۔ قربانی واجب ہونے کے مال پر سال کا گزرنا شرط نہیں ہے۔ بچے اور دیوانے کی ملک میں اگر اتنا مال ہو تو ضروری ہے کہ اس کا ولی اس کے مال میں سے اس کی طرف سے قربانی کرے۔ مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے۔ اگر کوئی مسافر قربانی کے تین دنوں میں سفر سے واپس گھر آگیا تو اب اس پر قربانی واجب ہو گئی۔

ایام قربانی

قربانی کا عمل صرف تین دنوں کے ساتھ خاص ہے۔ ۱۰-۱۱-۱۲ ذی الحجہ تیسرے دن غروب آفتاب سے قبل تک جب کوئی چاہے قربانی کر سکتا ہے۔ ان دنوں کی راتوں کو قربانی کرنا مکروہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کا ارشاد ہے

یَوْمَانِ بَعْدَ یَوْمِ الْاَضْحٰی

یعنی قربانی عید کے دن کے بعد صرف دو دن تک ہو سکتی ہے۔ یہ مذہب حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انسؓ کا ہے۔ بعض لوگ ۱۳ تاریخ کو بھی قربانی کے جائز ہونے پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ تکبیرات تشریق تیرھویں کی عصر تک پڑھی جاتی ہیں اس لیے قربانی بھی تیرھویں تک جائز ہونی چاہیئے۔ حالانکہ تکبیرات تشریق کے ساتھ قربانی کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ اگر اس کے ساتھ قربانی کا تعلق ہوتا تو قربانی نویں تاریخ سے شروع ہو جانی چاہیئے تھی کیونکہ تکبیرات تشریق بھی نویں ذی الحجہ سے شروع ہو جاتی ہیں۔

وقت قربانی

شہروں یا بڑے دیہاتوں میں نمازِ عید سے پہلے قربانی جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے نمازِ عید سے پہلے کر دی تو اُسے دوبارہ قربانی کرنا لازم ہے۔ اگر شہر میں کسی ایک جگہ بھی نمازِ عید پڑھ لی گئی تو تمام شہر والے قربانی کر سکتے ہیں۔ جہاں عیدین وجمعہ نہیں ہوتا وہاں دسویں تاریخ کو صبح صادق کے بعد قربانی کی جا سکتی ہے۔

کن جانوروں کی قربانی ہو سکتی ہے

بکری بکرا بھیڑ۔ چھترا۔ دنبہ ان میں سے ایک جانور صرف ایک آدمی کی طرف سے کافی ہو سکتا ہے۔ اس قسم کے چھوٹے جانور میں اگر کئی افراد شریک ہو جائیں تو کسی کی بھی قربانی نہیں ہو گی۔ گائے۔ بیل۔ بھینس، بھینسا اور اونٹ اونٹنی میں ایک سے لے کر سات تک قربانی کرنے والے شریک ہو سکتے ہیں بشرطیکہ سب کی نیت قربانی کی ہو، گوشت خوری کی نہ ہو۔

مسائل: بکرا، بکری ایک سال کا پورا ہونا ضروری ہے بھیڑ دنبہ اور چھترا اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ بظاہر سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی سال سے کم عمر ہونے کے باوجود بھی قربانی جائز ہے۔ گائے۔ بیل بھینس، بھینسا کی ۲ سال اور اونٹ، اونٹنی کی ۵ سال عمر ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم کی جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر جانوروں کا فروخت کرنے والا جانور کی عمر پوری بتاتا ہے اور بظاہر حالات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے تو اس پر اعتماد کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں یا بیچ میں سے ٹوٹ گیا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ ہاں اگر سینگ جڑ سے اُکھڑ گیا ہو جس کا اثر دماغ پر ہونا لازم ہے تو اس کی قربانی جائز نہیں۔

مسئلہ: چرے ہوئے کان والا جانور اور جس کے کان میں سوراخ ہو، اس کی قربانی جائز ہے لیکن مکروہ۔

مسئلہ: خصی بکرے چھترے وغیرہ کی قربانی نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ افضل ہے۔

مسئلہ: اندھے، کانے اور لنگڑے جانور کی قربانی جائز نہیں۔ اسی طرح ایسا مریض جانور جو قربانی کی جگہ تک اپنے پاؤں پر نہ جا سکے اُس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: جس جانور کا تہائی سے زیادہ کان یا دم وغیرہ کٹی ہوئی ہو اُس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر نہ ہوں اُس کی قربانی جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر جانور صحیح سالم خریدا تھا پھر اس میں کوئی شرعی عیب پیدا ہو گیا تو اگر اُس جانور کا خریدنے والا مالدار (صاحب نصاب) نہیں ہے تو اس کے لیے اس عیب دار جانور کی قربانی جائز ہے۔ اگر خریدار مالدار (صاحب نصاب) ہے تو اس پر لازم ہے کہ اُس جانور کے بدلے دوسرے جانور کی قربانی کرے۔

مسئلہ: قربانی کے جانور نے اگر ذبح سے قبل بچہ جن دیا یا ذبح کے وقت اس کے پیٹ سے زندہ بچہ نکل آیا تو اس کو بھی ذبح کر دینا چاہیئے۔

مسئلہ: جس شخص پر قربانی واجب تھی اُس نے جانور خرید لیا پھر وہ گم ہو گیا یا چوری ہو گیا یا مر گیا تو اس کی جگہ دوسری قربانی کرنا واجب ہے۔ پھر اگر پہلا جانور بھی مل جائے

تو اس کی قربانی کرنا واجب نہیں ہے اگر کردے تو افضل ہے۔ اگر کسی غریب آدمی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا یعنی قربانی کی نیت سے خرید کردہ جانور گم ہوگیا یا چوری ہوگیا یا مر گیا تو اس پر دوسرا جانور قربانی کے لیے خریدنا واجب نہیں ہے۔ ہاں البتہ اگر گم شدہ جانور قربانی کے دنوں میں مل جائے تو اس کی قربانی کرنا واجب ہے۔ اگر بعد میں ملے تو بعینہٖ وہ جانور یا اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: اپنی قربانی کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو کسی دوسرے سے ذبح کرا سکتا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ خود وہاں موجود ہو۔ اگر عورت کی طرف سے جانور ذبح ہو رہا ہے تو وہ بھی پردہ کا لحاظ رکھتے ہوئے بوقت ذبح اپنے جانور کو دیکھے۔

طریقۂ قربانی

قربانی کی نیت کرنا ضروری ہے بغیر نیت کے کوئی عمل بھی مقبول نہیں ہوتا۔ چونکہ نیت ایک دل کا فعل ہے اس لیے اگر دل میں قربانی کی نیت کر لی تو کافی ہے۔ البتہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے یوں کہے بسم اللہ، اللہ اکبر، سنّت یہ ہے کہ جب جانور کو ذبح کے لیے لٹایا جائے تو وہ قبلہ رُخ ہو اور ذبح کرنے والا یہ آیت پڑھے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اور ذبح کے بعد یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ۔

آدابِ قربانی

قربانی کے جانور کو چند روز پہلے اپنے پاس رکھنا اور اس کی خدمت کرنا افضل اور بہتر ہے۔

مسئلہ، قربانی کے جانور کے بال کاٹنا یا دودھ نکالنا جائز نہیں۔ اگر کسی وجہ سے ایسا کر لیا گیا تو دودھ اور بال یا ان کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: جانور ذبح کرنے سے پہلے چھری کو اچھی طرح تیز کر لینا چاہیئے اور ایک جانور کو دوسرے کے سامنے ذبح نہ کیا جائے۔ ذبح کے بعد کھال اتارنے اور گوشت کاٹنے میں جلدی نہ کی جائے۔

قربانی کا گوشت

مرزائی یا غالی شیعہ کے ہاتھ سے ذبح شدہ جانور کا گوشت کھانا حرام ہے۔ قربانی کے گوشت کے تین حصے کر لیے جائیں۔ ایک اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے، دوسرا دوست احباب کے لیے اور تیسرا غربا اور مساکین وغیرہ کے لیے۔ یہ تقسیم بہتر اور افضل ہے۔ اگر افرادِ خانہ زیادہ ہونے کی وجہ سے سارا گوشت گھر رکھ لیا تو بھی کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ، قربانی کا گوشت غیر مسلم کو دینا بھی جائز ہے۔

مسئلہ: کسی بڑے جانور میں اگر کئی آدمی شریک ہیں تو اس کا گوشت تول کر پورا پورا تقسیم کرنا ضروری ہے۔ اندازے سے تقسیم نہیں کرنا چاہیئے۔

کھال،

عموماً قصاب یہ کوشش کیا کرتے ہیں کہ انہیں اجرت میں کھال دے دی جائے۔ قصاب کو اجرت میں کھال دینا یا امام اور مؤذن یا کسی اور ملازم کو اجرت میں کھال دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: قربانی کی کھال سے ڈول یا جاءِ نماز وغیرہ بنوانا جائز ہے۔

مسئلہ، قربانی کی کھال فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اس کی قیمت صدقہ کرنے کی غرض سے اگر اسے فروخت کیا تو جائز ہے

کھال کا بہترین مصرف

اگرچہ زکوٰۃ کے تمام مصارف کھال کے مصارف بھی ہیں مگر بہترین مصرف علوم دینیہ کے وہ طالب علم ہیں جو دور دراز علاقوں سے علم دین حاصل کرنے کے لیے مدارس دینیہ میں قیام پذیر ہیں۔ ان پر صدقہ و خیرات کرنے سے دوہرا اجر ملے گا۔ ایک تو شئ کے صدقہ کرنے کا، دوسرا ترویج و اشاعت دین کا۔ جن لوگوں کے تعاون سے مدارس میں طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں فراغت کے بعد جہاں کہیں بھی دین کے کسی کام میں مصروف ہوں گے اور اللہ ان سے جو بھی دین کی خدمت لے گا اس میں سے معاونین کو بھی انشاء اللہ ضرور حصہ ملے گا۔ گویا یہ ان کی طرف سے صدقہ جاریہ ہے۔

بقیہ: اداریہ

مسجد میں امامت کس کو سونپی جائے گی۔ مولانا فضل الرحمن کو یا سیاہ پوش عارف الحسینی کو؟

بہرکیف! ۱۴ اگست ۸۵ء کو یوم آزادی کے موقعہ پر حکمرانوں اور سیاستدانوں نے قوم کو تقریروں پر ٹرخایا ہے اور ہر ایک اپنے مجمع کو جی بھر کر دیکھتا اور خوش ہوتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ یوم آزادی بھی جلد لائے جب پاکستان کو اس کا حق مل چکا ہو۔ انگریز کے کالے قوانین اور کالے جانشین ختم ہو جائیں، اسلامی فلاحی معاشرہ قائم کر دیا جائے اور سبز ہلالی پرچم کی اڑانیں دین کی بہاروں اور عظمتوں کی نقیب بن کر کائناتِ عالم کے لیے رشک و تقدیس کی حامل بن جائیں۔ آمین یارب العالمین۔

آیت کریمہ

مورخہ ۲۲ اگست بروز جمعرات بعد نماز مغرب اور ۲۳ اگست کو نمازِ جمعہ مفسّرِ قرآن پیرِ طریقت خلیفہ مجاز حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رح حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی مدظلہ العالی پڑھائیں گے انشاء اللہ العزیز

ادارہ

نماز عید الاضحیٰ

باغ بیرون شیرانوالہ دروازہ میں صبح ٹھیک سات بجے حضرت علامہ استاذ العلماء، مولانا حمید الرحمن صاحب عباسی پڑھائیں گے۔

نوٹ: بارش کی صورت میں نماز عید الاضحیٰ جامع مسجد مولانا احمد علی لاہوری، شیرانوالہ دروازہ میں ادا کی جائے گی۔

(ادارہ)

انتظار حسین اسعد قادری

حج مالی اور بدنی عبادات کا مجموعہ ہے

حج بیت اللہ کا فلسفہ اور فضائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ط

حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے جسے ہر صاحبِ استطاعت کو تمام عمر میں ایک بار ادا کرنا ہے۔ اسے فرض قرار دیتے ہوئے خدا نے فرمایا ہے اور لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا اللہ کا حق ہے۔ حج اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی عبادت ہے۔

عبادات کی اقسام میں دو اقسام یعنی مالی عبادات اور بدنی عبادات بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ بدنی عبادات کے متعلق الگ اجر و ثواب ہے اور مالی عبادات کے متعلق جزا کا الگ ضابطہ ہے۔ اگر نماز، روزہ بدنی عبادات ہیں تو زکوٰۃ صدقات وخیرات مالی عبادات میں سے ہیں۔ ہر عبادت کا الگ الگ ثواب اور اجر ہے لیکن حج ایک ایسی عبادت ہے جو بیک وقت بدنی عبادت بھی ہے اور مالی عبادت بھی۔ اسی مثال سے حج کی فضیلت واضح ہو جاتی ہے۔ واضح رہے کہ حج کی حقیقت یہ ہے کہ خدا کے نیک بندوں کی ایک بہت بڑی جماعت کسی خاص زمانے میں جمع ہو جبکہ حضرات انبیاء کرام، صدّیقین شہداء اور صالحین کا تذکرہ کیا جائے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات سے نوازا تھا۔ ان کے حالات اور خدا پرستانہ کیفیات کی یاددہانی کی جائے۔ یہ اجتماع کسی ایسے مخصوص مقام میں ہو جہاں اللہ تعالیٰ کی آیات بیّنات یعنی کھلی نشانیاں موجود ہوں اور ائمہ دین اور بزرگانِ ملّت کی بڑی بڑی جماعتیں اس مقدّس مقام کا قصد کرتی چلی آئی ہوں اور اس مقام کے شعائر اللہیہ کی تعظیم کرتی رہی ہوں اور وہاں پہنچ کر خدائے قدوس کی جناب میں تضرّع وزاری عجز و انکساری، خیر و برکت کی امید اور گناہوں کی مغفرت کی آرزو کرتی چلی آئی ہوں کیونکہ جب کبھی مختلف ہمتیں اس طرح اور اس کیفیت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہیں تو وہاں رحمتِ خداوندی اور مغفرت الٰہی کا نزول ضروری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے شیطان جیسا کہ عرفہ کے دن ذلیل، حقیر، خوار اور غضب ناک نظر آتا ہے کسی اور دن نظر نہیں آتا۔

حج کے لیے بیت اللہ ہی کیوں مقرر کیا گیا

یہ حج کے لیے موزوں اور مستحق ترین مقام بیت اللہ یعنی اللہ کا وہ گھر ہے جہاں آیات بیّنات یعنی اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانیاں موجود ہیں جس کی تعمیر اللہ کے حکم اور وحی سے حضرت ابراہیمؑ نے کی اور حضرت ابراہیمؑ کی ذات وہ ذات ہے جس کے متعلق دنیائے جہان کی اکثر و بیشتر قومیں خیر و نیکی کی شہادت دیتی چلی آئی ہیں۔ بیت اللہ کی اس تعمیر سے پہلے یہ سرزمین بالکل بنجر ویران اور دشوار گذار تھی کہ اس تک پہنچنا بھی لوگوں کے لیے مشکل تھا۔ اس مقام کے سوا (دنیا میں) کوئی (دوسرا مقام) ایسا نہ تھا جس کا حج کیا جاتا۔ البتہ ایسے مقامات تھے جن میں یا تو سراسر شرک ہوتا تھا یا وہ لوگوں کے اختراع اور ایجاد تھے۔ ان کی اصلیت کچھ نہیں تھی۔

مرکزِ اسلام

حج کی بدولت مکہ معظّمہ اور خانۂ خدا عالم اسلام کا حقیقی مرکز صدیوں سے بنا ہوا ہے۔ اس کی یہ مرکزیت صدیوں کے انقلاب اور سلطنتوں کی تبدیلیوں سے ختم نہیں ہو سکی کیونکہ حج ایسا فریضۂ اسلام ہے جو منسوخ نہیں ہو سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ صدیوں سے ہر سال حج کے زمانے میں روئے زمین کے تمام مسلمان ایک ایسی عالمگیر اسلامی فوج کی شکل میں نظر آتے ہیں جو ملکوں اور نسلوں کے اختلاف کے باوجود احرام کی مشترکہ اور یکساں یونیفارم میں ملبوس ہوتی ہے۔ اسلامی فوج ہر طرح منظم و متحد نظر آتی ہے۔ اُن کا حاکم مطلق ایک ہوتا ہے۔ ان کا دارالسلطنت بھی ایک ہوتا ہے۔ وہ سب یکساں طریقے سے عبادت کرتے ہیں اور ایک ہی مقدس زبان عربی کو استعمال کرتے ہیں۔ ان کے نعرے بھی یکساں ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنی وحدت و تنظیم کا ایسا اعلیٰ اور شاندار مظاہرہ کرتے ہیں جس کی نظیر کسی قوم کی تاریخ میں موجود نہیں ہے۔

ذکر الٰہی کے لیے شعائر اللہ کا مشاہدہ اور تعظیم

اور پھر یہ امر بجائے خود ذکرِ الٰہی کا ایک مخصوص باب ہے کہ شعائر اللہ کا مشاہدہ کیا جائے اور ان کی تعظیم کی جائے کیونکہ ان کے مشاہدہ سے بھی اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور اس طرح یاد تازہ ہوتی ہے جس طرح کسی لازم کے ذکر سے ملزوم کا ذکر (مثلاً دھوئیں کے ذکر سے آگ کے موجود ہونے کا یقین ہو جاتا ہے) خصوصاً جب کہ تعظیمی ہیئتوں، شکلوں اور ایسی مخصوص حدود اور قیود کا التزام بھی کر لیا جائے جو نفسِ انسانی کے لیے عظیم ترین تنبیہ کا باعث ہوتی ہیں۔

بے تابیٔ شوق کا علاج

بسا اوقات انسان اپنے پروردگار کے شوق میں بے تابانہ تڑپنے لگتا ہے اور کوئی چارہ نہیں پاتا۔ ایسے موقع پر اس کو کسی ایسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے جو اُس کے شوق کو پُورا کر دے اور اُس کے جذبات کو تسکین بخش دے اور ایسی چیز وہ حج کے سوا کوئی اور نہیں پاتا۔

ملت اسلامیہ کی سالانہ کانفرنس

اور پھر حج کی حقیقت اس مثال سے سمجھیں کہ دنیا کی ہر سلطنت کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص مدّت اور وقفہ کے بعد ملک کے ممتاز لوگوں کا ایک اجتماع منعقد کرے اور انہیں جانچے کہ ان میں سے خیر خواہ اور فرمانبردار کون ہے اور دغاباز اور سرکش کون؟ اس طریقے سے سلطنت کے نظام کی شہرت بھی ہوتی ہے اور اس کا غلبہ بھی قائم ہو جاتا ہے۔ نیز اس سے مملکت کے دور دراز باشندوں میں باہم تعارف بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ملتِ اسلامیہ کو حج کی ضرورت ہے تاکہ مخلص اور منافق میں تمیز ہو جائے اور دین الٰہی کے اندر فوج

در فوج لوگوں کے داخل ہو جانے کا منظاہرہ بھی ہو جائے۔ لوگ باہم ملاقات کریں اور ایک دوسرے سے مستفید ہوں اور ایک دوسرے سے وہ چیز حاصل کریں جو اُن کے پاس نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ امورِ معاشرت اور ثقافت کی تحقیل باہمی مصالحت اور ملاقات سے ہی ہوا کرتی ہے۔

حج کی فضیلت

جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس میں گناہوں اور فسق و فجور سے پرہیز کیا تو وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر اسی طرح (اپنے گھر) لوٹتا ہے جس طرح وہ ماں کے پیٹ سے پاک وصاف و معصوم ہو کر پیدا ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حج کو بہترین عمل قرار دیا ہے۔ بالخصوص عورتوں اور کمزوروں کے لیے اسے جہاد کا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے حج کو گناہوں کا کفارہ بھی قرار دیا ہے۔

ایک حدیث شریف میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔ حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے وفد (مہمان) ہیں۔ اگر وہ دعا مانگتے ہیں تو اللہ ان کی دُعا قبول فرماتا ہے ساگر وہ اُس سے مغفرت طلب کرتے ہیں تو وہ انہیں بخش دیتا ہے۔

حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب تم کسی حاجی سے ملو تو اُسے سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو، پھر اس سے درخواست کرو کہ وہ تمہارے لیے استغفار کرے اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو کیوں کہ (اس وقت) وہ بخشا ہُوا انسان ہے۔

آپ نے فرمایا جو شخص زادراہ اور سواری رکھتا ہو جس سے حج بیت اللہ تک پہنچ سکتا ہو اور پھر حج نہ کرے تو اس کا اس حالت میں مرنا اور یہود یا عیسائی ہو کر مرنا برابر ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے تو یہاں تک فرما دیا ہے جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے میرا جی چاہتا ہے اُن پر جزیہ لگا دوں۔ وہ مسلمان نہیں وہ مسلمان نہیں۔

جس شخص پر حج فرض ہو جائے تو اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ شخص جلد از جلد حج ادا کرے جیسا کہ ذیل کی حدیث میں مذکور ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہو اُسے جلدی کرنی چاہیئے اس لیے کہ اُسے بیماری آسکتی ہے۔ اُس کی سواری گم ہو سکتی ہے یا اُسے کوئی اور ضرورت پیش آسکتی ہے۔

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زیارت حرمین شریفین سے مشرف فرمائے۔

جانشین امام الھدیٰ حضرت مولانا میاں محمّد اجمل قادری انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے بعد سعودی عرب پہنچ گئے۔

جدّہ ۱۲ اگست: انجمن خدام الدین لاہور کے امیر اور امام الھدیٰ حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ کے جانشین حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری لندن میں منعقدہ پہلی عظیم الشان انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے بعد سعودیہ پہنچ گئے ہیں۔ مکۃ المکرمہ اور مدینہ طیبہ سے بذریعہ فون حضرت میاں صاحب نے تمام متوسلین اور جملہ احباب کو سلام کہا ہے۔ آپ ادائیگی حج کے بعد واپس پاکستان تشریف لائیں گے۔

محمّد اجمل خالد

اسوۂ حسنہ

سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم غیروں کی نظر میں

ایرونگ لکھتا ہے کہ:

"حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دماغی اوصاف بلاشبہ غیر معمولی اور عجب قسم کے تھے، آپؐ بڑے تیز فہم تھے، حافظہ بہت تیز طبیعت پُر ایجاز عام گفتگو سنجیدہ قلیل الالفاظ کثیر المعان ہوتی تھی جو فصاحت اور خوش الحانی سے دوبالا ہو جاتی تھی۔ آپؐ بڑے پرہیزگار اور متقی تھے۔ روزے بہت رکھتے تھے، لباس کی شان و شوکت کا کچھ خیال نہ تھا جو چھوٹی طبیعت کی نمود ہوتا ہے۔ ان کی سادگی بناوٹی نہ تھی بلکہ خفیف اور بے حقیقت ذریعہ سے اپنے آپ کو ممتاز کرنا در حقیقت بے فائدہ اور فضول سمجھتے تھے۔ اکثر بالوں کے کپڑے پہنتے، بعض اوقات یمن کے دھاری دار روئی کے کپڑے اکثر ان میں پیوند ہُوا کرتا تھا، عمامہ باندھتے تھے۔ فرماتے تھے عمامہ فرشتوں کا لباس ہے، شملہ چھوڑتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے فرشتے ایسا ہی کرتے ہیں۔ صفائی کا بہت ہی خیال رکھتے، اکثر غسل کیا کرتے، خوشبو کے بہت شائق تھے، معاملے میں بہت بڑے منصف، اپنے پرائے، امیر غریب، قوی ضعیف سب کے ساتھ یکساں انصاف برتتے اور محبت کے ساتھ عوام الناس سے پیش آتے اور ان کی شکائتیں سنتے

طبیعت پر ایسے حاوی تھے اور مزاج پر ایسا قبضہ کر لیا تھا کہ خانگی زندگی میں بھی نہایت مہربان، بردبار متحمل تھے۔"

گبن لکھتا ہے:-

"ایک منصف شخص یقین کرے گا کہ محمدؐ کے اصل ارادے خالص اور اصل خیر خواہی کے تھے۔ آپؐ شاہی شان و شوکت کو حقیر سمجھتے تھے۔ گھر کے ادنیٰ ادنیٰ کام کرتے تھے۔ آگ سُلگاتے، جھاڑو دیتے، دودھ دوہتے، اپنی جوتیاں گانٹھتے کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے جَو کی روٹی کھاتے، مہمانوں کو اچھا کھلاتے، مگر آپؐ کے گھر اکثر مہینوں آگ نہ سلگتی۔ دُودھ اور شہد بہت بھاتا تھا، معمولی خوراک کھجوریں اور پانی۔"

گلمن اپنی کتاب "تاریخ سلام" میں لکھتا ہے:

"کیا ہم اس حالت کو تصور میں لا سکتے ہیں جو عربوں کی ہوئی۔ جب انہوں نے سُنا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انتقال کیا، ہم بتا سکتے ہیں کہ اُن کی اور اُن کی رسالت کی بابت وہ دل میں کیا کچھ نہ خیال کرتے تھے۔ دس برس تک مدینہ کے لوگوں کے سامنے چلتے پھرتے رہے اور پھر وہ ان کی زندگی کے ہر بھید سے واقف تھے، ان کے سادہ لباس سے، ان کی سادہ خوراک سے نمود نہ کرنے کی عادت سے، اُن کی پرہیزگاری سے، ان کے تقویٰ سے، ان کے نیک مشوروں سے، ان کے حلم و تحمل سے، خوش صحبتی سے

بخوبی باخبر تھے۔ انہیں یاد تھا کہ کس طرح اپنی دائی حلیمہ کے ساتھ جب وہ ان کی جوانی میں آئی تھی مہربانی کی تھی اور کس طرح اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی قبر پر روئے تھے، جبکہ مکّہ سے آتے ہوئے اُن کی قبر کے قریب سے گزرے تھے۔ آپؐ بچّوں کو سمجھاتے تھے کہ اپنے ماں باپ سے محبّت کرو، ان کی عزت کرو اور ان سے نرمی سے پیش آؤ۔ ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے۔ آپؐ کس کس طرح سے سمجھاتے تھے کہ زن و شوہر کے ایک دوسرے پر برابر حقوق ہیں۔ محبّت اور الفت کرتے، عورتوں کی عزت افزائی کی، اسکو ذلیل حالت سے نکال کر تعدد ازدواج کی حد مقرر کردی عرب جو بُت پرستی میں مبتلا تھے، انہیں ایسی خدا پرست قوم بنا دیا خدا ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں، کیا وہ ان کی معزز اور وجیہہ صورت کو بھول سکتے تھے جب وہ بازار میں سے گزرتے تھے یا مسجد میں آتے تھے۔ ان کی غم خواہ سیاہ آنکھ جو ایک ہی ملاقات میں مسخر کرلیتی تھی۔ وضعدار مسکراہٹ یا مسکرانے کی ادا بڑی پلی ہوئی داڑھی، تیز اور غواص نظر ان کے ابرو کامل کیا یہ سب باتیں ان کے دل پر نقش نہ تھیں، ان کی دینداری ٹکسالی تھی۔ کیا ہم محمدؐ میں یہ نقص نکال سکتے ہیں کہ اس نے اللہ کو کریم و رحیم بتایا اور عرب کے سینکڑوں بتوں کے مقابلے میں خدا کو وحدہٗ لاشریک جتایا، کیا اس سے محمّد کی بزرگی اور عظمت ظاہر نہیں ہوتی کہ اُس نے ایسا اعلیٰ درجہ کا خیال ظاہر کیا، کیا اس سے اس کی سچائی ثابت نہیں ہوتی کہ مرتے دم تک اپنی تمام زندگی کے اس بڑے اعلیٰ خیال پر مستقل طور سے جما رہا۔"

مورس اپنی کتاب مذاہب الدنیا میں لکھتا ہے کہ:

"محمدؐ نے ایک بکھری ہوئی قوم کو جس کا صدیوں سے کوئی خاص معبد یا دارالحکومت نہ تھا جس کو تمام قومیں نفرت اور حقارت کی نظروں سے دیکھتی تھیں اتحاد کی رسّی میں باندھ کر ایک کر دیا تھا اور ان کو ایسا کر دیا تھا کہ وہ اپنا مال و جان تک اس کی مدد کو قربان کرنے کو تیار تھے کیونکہ اُن کے دل میں یہ بات اُتر گئی تھی کہ خدا ہی نے ہم کو اس کام کا حکم دیا ہے۔"

ڈاکٹر اوگسٹ ویل لکھتا ہے:

"بطور مصلح قوم کے جو اصل میں محمدؐ تھا اور ہونا چاہیئے تھا، وہ ہماری تعریف و توصیف کا مستحق ہے، وہ رسول کے نام کا سزاوار ہے۔"

ای۔ اے فری مین اپنی تاریخ "فتوحاتِ اسلام" میں لکھتا ہے:۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ سوائے سچے راست باز کے ارادوں کے جو کہ اُن کے دل میں تھے، محمدؐ ہرگز اس قدر مستقل استوار اور ثابت قدم نہیں رہ سکتے کہ اُن کے قدم کو کبھی لغزش نہیں ہوئی۔"

جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب "اپالوجی فور محمدؐ" میں لکھتا ہے کہ:

"محمدؐ کی صداقت اور خلوص کا یہ پکّا ثبوت ہے کہ سب سے اوّل جو ایمان لانے والے ہیں وہ اس کے گھر والے اور اس کے ہمدم دوست ہیں۔ یہ سب ان کے خانگی طریق زندگانی سے بخوبی اور پورے پورے واقف تھے۔ اگر ان میں خلوص نہ ہوتا تو وہ ضرور ان اختلافات پر گرفت کرتے جو ہمیشہ کم و بیش ریاکار فریبی بنیوں کے دعووں اور ان کے خانگی کاموں میں ہُوا کرتے ہیں۔"

سر ولیم میور لکھتے ہیں کہ:۔

کتب مقدسہ سماویہ میں انبیائے بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی بھی بجز ایک کے آپ سا عالی مرتبہ (باقی ص ۲۶ پر)

ایم۔ مطیع الرحمٰن قاسمی

مولانا عبیداللہ انورؒ بلند پایہ عالمِ دین لائق منتظم اور باوقار سیاستدان تھے

آپ نے دین کی تبلیغ اور ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد کے لئے اپنی زندگی وقف کردی تھی

مولانا عبیداللہ انور کو مرحوم لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ وہ ایک بلند پایہ عالم دین، لائق منتظم اور باوقار سیاست داں تھے۔ انہوں نے قوم کو انتہائی مشکل وقت میں بے مثال قیادت فراہم کی اور عوامی تحریکات کو کامیابی سے چلایا۔ مولانا مرحوم قرآن و حدیث اور فقہ کے استاد جلیل تھے۔ انہوں نے ساری عمر درس و تدریس اور اسلام کی تبلیغ و نفاذ کے لیے جدوجہد کی۔ اُن کے مخالفین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ مرحوم ایک عظیم محب وطن اور بے لوث قومی رہنما تھے اور انہیں ملک اور قوم سے اتنی ہی محبت تھی جتنی کسی بڑے سے بڑے محبِ وطن کو ہو سکتی ہے۔ اس دَور میں جب کہ دین کی خدمت اور تبلیغ اسلام کی پشت پر کارفرما جذبات اور لوگوں کی وابستگیاں شک و شبہ سے بالاتر نہیں رہتی ہیں ان جیسی صفات کے حامل شخص کی حیثیت گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ایک روشن چراغ کی تھی اور اُن کی جُدائی نے ہمیں ایک انتہائی نازک دَور میں جب کہ قوم و ملک کو ان کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت تھی ایک انتہائی مدبر اور قابلِ قدر رہنما کی قیادت سے محروم کر دیا ہے۔

مولانا عبیداللہ انور لاہور میں ۱۹۲۴ء میں شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں مولانا عبیداللہ انور نے ایشیا کی عظیم یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ آپ کو بارہ سال تک امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور سات سال تک شیخ العرب والعجم مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ سے فیضیاب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ دیوبند میں انہوں نے دینی و دنیاوی علوم میں اعلیٰ استعداد حاصل کیں۔ انہیں عربی و فارسی، انگریزی اور دیگر کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ پاکستان کی ہر دینی و سیاسی تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ ہمیشہ اسلام اور جمہوریت پسند طاقتوں کا ساتھ دیا۔ آپ ایک سلیم الفطرت اور روشن ضمیر انسان تھے۔ انہوں نے ۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے سیاسی زندگی کا آغاز کیا اور تین ماہ قبل جمعیۃ کے دونوں دھڑوں میں اتحاد کے بعد انہیں جمعیۃ کا متفقہ امیر منتخب کیا گیا۔ صدر ایوّب کی حکومت جب جبر و استبداد کی راہ پر چل پڑی تو مولانا عبیداللہ انور نے جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صدر ایوب کا اقتدار زوال پذیر ہُوا۔ اس دوران آپ جامع مسجد شیرانوالہ لاہور سے جلوس کی قیادت کرتے ہُوئے پولیس کے وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنے اور ان کی ریڑھ کی ہڈی بُری طرح متاثر ہوئی۔

اس کے علاوہ عائلی قوانین کی تحریک ۱۹۷۳ء کی تحریک بحالی جمہوریت اور پھر تحریک نظام مصطفےٰ میں انہوں نے جس طرح رہبری کی تاریخ اسے کبھی بھی فراموش نہیں کر سکی۔

مولانا عبید اللہ انور رحؒ نے ۱۹۷۴ء میں بلغاریہ میں بین الاقوامی امن کانفرنس کی صدارت کی۔ اس موقع پر "اسلام کا نظام امن" کے عنوان سے ایک بصیرت افروز تقریر کی جس کا دنیا کی ۲۱ زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ آپ نے متعدد کتب تحریر فرمائیں۔ ان میں "اسلامی تعلیمات" نے سب سے زیادہ شہرت پائی۔ علاوہ ازیں فلسفہ نکاح، فلسفہ عید قرباں و عید الاضحیٰ اور تفسیر سورہ یٰسین بھی لکھی ہیں۔ ان دنوں قرآن پاک کی تفسیر لکھ رہے تھے۔ ہفت روزہ "خدام الدین" نے بھی آپ کے زیر ادارت کافی مقبولیت حاصل کی۔ آپ نے دین کی تبلیغ اور ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ ہمیشہ تعمیری پالیسیوں کو اپنایا۔ سیاست میں بھی اسلامی اصولوں کا دامن تھامے رکھا۔ مولانا کو اپنے ہم عصر علماء میں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ دین کی خدمت کا شوق اور جذبہ آپ کو وراثت میں ملا تھا۔ آپ نے بلاشبہ اپنے اجداد اور اسلاف کی دینی روایات کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ دین کی ترویج و اشاعت اور سربلندی میں بنیادی کردار ادا کیا۔ آپ کی تقریریں بڑی پُراثر اور تحریروں میں بلا کی چاشنی ہوتی تھی۔ ہزاروں افراد ان کی وعظ و تدریس کی مجلسوں سے فیض یاب ہوئے۔ بہت سوں نے ان سے سیاسی رہنمائی حاصل کی اور علم و فکر کے میدان میں بھی انہوں نے اپنی اصابت رائے سے ذہنوں کو مسحور کر رکھا تھا۔ ان کے سیاسی نظریات و افکار اور تمام تر سرگرمیاں اسلامی نظریے کے تابع تھیں۔

مولانا عبید اللہ انور رحؒ مرحوم اس عظیم خاندان کے فرد تھے جنہوں نے سکھ مت چھوڑ کر اسلام قبول کیا مگر اس نومسلم خاندان نے اپنے خون اور افکار سے جس طرح گلشن اسلام کی آبیاری کی وہ تاریخ میں ایک ناقابل فراموش حصہ ہے۔ آپ کے خاندان کی دینی و ملی اور سیاسی خدمات نصف صدی سے بھی زائد عرصے تک پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ مولانا عبید اللہ سندھی رحؒ سے شروع ہونے والے سلسلے کی آخری کڑی تھے۔ آپ کے والد مولانا احمد علی لاہوری رحؒ کی دینی خدمات کا پورا برصغیر معترف رہا ہے اور ان کے بڑے بھائی ...... مولانا حافظ حبیب اللہ بھی ساری زندگی مسجد نبویؐ مدینہ منورہ میں قرآن و حدیث کی دینی تعلیم دیتے کا سلسلہ جاری کیے رکھا اور آج وہاں ہی ابدی نیند سو رہے ہیں۔

الغرض مولانا عبید اللہ انور رحؒ شاہ ولی اللہ رحؒ کی تحریک احیائے دین، مولانا عبید اللہ سندھی رحؒ کے انقلابی فکر مولانا احمد علی لاہوری رحؒ کے روحانی ورثے کا حسین امتزاج تھے۔ اور انہی اکابر کے افکار زندگی بھر ان کے فکر و کردار پر محیط رہے۔ آپ نے جن ممتاز علماء کرام سے فیض حاصل کیا ان میں مولانا حسین احمد مدنی رحؒ مولانا عبید اللہ سندھی رحؒ، مولانا احمد علی لاہوری رحؒ مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحؒ، مولانا میاں اصغر حسین دیوبندی رحؒ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ آپ ۹ مرتبہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور بارہا عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ مولانا مرحوم ایک عظیم انسان اور عالمی حیثیت کے مدبر تھے۔ مولانا کی موت پوری قوم کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ مولانا عالمگیر مقبولیت کے حامل ایک بزرگ عالم دین تھے۔ آپ کے افکار اور اسلامی خدمات ایمان کامل کا مظہر تھیں جن کا پاکستان کی سیاست پر بھی گہرا اثر تھا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین۔

سید محمد متین ہاشمی

اسلام میں کیا عہدہ یا منصب طلب کرنا جائز ہے

اس مضمون کا مقصد نہ تو تعریفی ہے نہ تنقید۔ صرف پیش نظر یہ ہے کہ محترم خواجہ محمد صفدر صاحب کے مضمون شائع شدہ نوائے وقت مورخہ ۶ دسمبر سے جو غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان ہے اس کا ازالہ کر دیا جائے۔ فاضل مضمون نگار نے اپنے مضمون میں سورۃ یوسف کی آیت نمبر ۵۵ کے حوالے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ عہدہ طلب کرنا جائز ہے کیونکہ مصر کے بادشاہ سے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

"ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کر دیں۔ ان کی حفاظت (بھی) رکھوں گا (اور) خوب واقف بھی ہوں۔"

اور واقعتاً اس آیت سے یہ بات مترشح بھی ہوتی ہے۔ اس کا ایک جواب تو الزامی ہے وہ یہ کہ ہم تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا قول و عمل واجب العمل ہے اور آپ نے عہدہ طلب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کریم میں جو قصص بیان ہوئے ہیں۔ ان کا مقصود حصول عبرت ہے ذیل نکات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام چونکہ نبی تھے لہذا امور خلق میں تصرف کرنا ان پر واجب تھا اس لیے ان کے واسطے یہ بات جائز تھی کہ جس طرح بھی ممکن تھا۔ اس عہدے پر فائز ہو کر مخلوق خدا کے امور میں مفید تصرف فرماتے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان پر اُمورِ خلق میں تصرف کیوں واجب تھا تو اس کے یہ اسباب ہیں۔

(الف) نبی اللہ کی طرف سے مامور ہوتا ہے کہ استنباط، سابقہ شریعتوں میں بہت سی باتیں حرام تھیں اور شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوات میں حلال ہیں مثلاً اونٹ کا گوشت بنی اسرائیل کے لیے حرام تھا اور ہماری شریعت میں حلال اسی طرح بہت سی چیزیں اُن کی شریعت میں حلال تھیں ہماری شریعت میں حرام ہیں لہٰذا ان انبیاء علیہم السلام کے اعمال و احکام اگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے متعارض ہوں تو منسوخ تصور کیے جائیں گے۔

اب رہا یہ سوال کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عہدہ کیوں طلب فرمایا

تھا تو اس کے تحقیقی جواب کے لیے مندرجہ ذیل نکات ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) حضرت یوسف علیہ السّلام کو بذریعہ وحی اطلاع دی گئی تھی کہ عنقریب سخت قحط پڑنے والا ہے جس کے باعث لوگوں کی کثیر تعداد ہلاک ہوجائے گی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السّلام کو حکم دیا تھا کہ تم اس قحط کے نقصانات سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کے لیے عہدہ قبول کرکے لوگوں کو ہلاکت

نبی اللہ کی طرف سے مامور ہوتا ہے کہ وہ حتی الامکان اُمت کے مصالح کی رعایت کرے

سے بچاؤ۔
(تفسیر کبیر جلد ۱۸ ص ۱۶۱ طبع مصر ۱۹۳۸ء)

۲۔ علّامہ آلوسی نے رُوح المعانی میں لکھا ہے کہ:

"مصر کے کافر بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السّلام کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا تھا۔ اس لیے حضرت یوسف علیہ السّلام نے ایثار فرمایا اور اس کی مدد کے لیے عہدہ قبول کیا تھا۔"

اور علّامہ آلوسی نے حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت بھی نقل کی ہے:

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی یوسف پر رحم فرمائے اگر وہ یہ نہ کہے ہوتے کہ "ملکی خزانے پر مجھے مامور کردو" تو بادشاہ اسی وقت انہیں مامور کردیے ہوتا لیکن اُن کے کہنے کی وجہ سے ایک سال کے لیے اس نے عہدہ دینا مؤخر کردیا۔"
(تفسیر روح المعانی جلد ۱۳ ص ۵ طبع بیروت)

علّامہ آلوسی نے آگے چل کر لکھا ہے کہ:

"عہدہ طلب کرنے میں یہ حکمت بھی کہ اس طرح حضرت یوسف علیہ السّلام کو موقع مل گیا۔ آپ نے لوگوں میں دین حق کی تبلیغ فرمائی اور انہیں خالص مومن بنالیا۔" (حوالہ بالا ص ۶)

۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی کتاب تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ

"حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ عہدہ خالصتاً لوجہ اللہ طلب کیا تھا حبِ دُنیا یا حبِ جاہ کی بنا پر نہیں۔"
(تفسیر مظہری جلد ۵ ص ۱۷۳ طبع دہلی)

اس لیے اسے عام لوگوں کے احوال پر منطبق نہیں کیا جاسکتا۔

۴۔ قرطبی نے تفسیر قرطبی میں لکھا ہے:

"حضرت یوسف علیہ السلام نے عہدہ اس لیے طلب کیا تھا کہ وہ جانتے تھے کہ پورے ملک میں کوئی بھی ایسا شخص موجود نہیں ہے جو ان کی بجائے اس فرض کو انجام دینے کی اہلیت رکھتا ہو۔ نہ تو کوئی عدل و اصلاح کرنے والا تھا اور نہ فقراء کو ان کا حق پہنچانے والا، تب انہوں نے خیال فرمایا کہ ان حالات میں عہدہ حاصل کرکے اپنا فرض ادا کرنا ان کے لیے ضروری ہے۔
(تفسیر قرطبی ج ۹ ص ۲۱۶ طبع مصر ۱۹۶۷ء)

۵۔ یہ نکتہ خاص طور پر ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بہت ساری صفات میں عام انسانوں سے ممتاز بنایا ہے مثلاً یہ کہ اُن کا نفس مزکّی اور مصفّٰی ہوتا ہے۔ وہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خود تربیّت اور نگہداشت کرتا ہے۔ اس لیے ان کے کسی فعل کو ہم جیسے گندے اور ناپاک انسانوں کے لیے وجہِ جواز نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ فاضل مضمون نگار نے برّصغیر کے جن علماء کی تفاسیر کا حوالہ دیا ہے انہوں نے بھی طلبِ امارت کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ:

"مقصود نفع رسانی ہو نہ کہ نفس پروری۔"

لہٰذا ہم اپنے کسی عمل کو حضرت یوسف علیہ السّلام کے عمل پر اگر قیاس کریں تو وہ قیاس مع الفارق ہوگا کیونکہ فاضل مضمون نگار کو بخوبی معلوم ہے کہ جب سیاستدان عہدہ طلب کرتے ہیں تو اُن کا مقصود کیا ہوتا ہے مجھ سے بدرجہا زیادہ خواجہ صاحب موصوف کو تجربہ ہے۔ مولانا رومیؒ نے مثنوی شریف میں لکھا ہے کہ:

"پاک لوگوں کے کاموں کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو (اس لیے کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں خصوصی حیثیت دی ہے) اگرچہ شیر (درندہ) اور شیر (دودھ) ایک ہی طرح لکھے جاتے ہیں لیکن شیر (درندہ)

حضرت یوسفؑ نے عہدہ خالصتہً لوجہ اللہ قبول کیا تھا۔

انسانوں کو پھاڑ کھاتا ہے اور شیر (دودھ) سے انسان کی پرورش ہوتی ہے (لہٰذا ظاہری مشابہت سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے)۔

۶۔ یہ بات بھی پیشِ نظر ہے کہ حضرت یوسف علیہ السّلام نے درحقیقت عہدہ طلب نہیں فرمایا تھا بلکہ یوسف علیہ السّلام سے اپنے خواب کی تعبیر سُن کر اور آپ سے بالمشافہ گفتگو کرنے کے بعد وہ اس درجہ آپ سے متاثر ہُوا کہ اُس نے اپنے نوکروں سے کہا کہ:

"اُن کو میرے پاس لے آؤ۔ میں اُن کو اپنے خاص کام کے لیے رکھوں گا۔ پھر جب اُن سے گفتگو کی تو اُن سے کہا کہ تم آج سے ہمارے یہاں معزّز ہو معتبر ہو۔"
(یوسف: ۵۴)

توریت میں ہے:

"اور فرعون نے یوسفؑ سے کہا ازبسکہ خدا نے اس سبب میں تجھے بنائی دی ہے سو کوئی تجھ سا عاقل و دانشور نہیں ہے۔ تو میرے گھر کا مختار ہو اور اپنا حکم میری سب رعیّت پر جاری کر فقط تشنیمی میں میں تجھ سے بزرگ تر ہوں گا۔"
(توریت: پیدائش ۴۱، ۳۹، ۴۰ بحوالہ تفسیر ماجدی ص ۴۹۷)

معلوم ہُوا کہ عہدہ تو بادشاہ نے پیش کیا تھا اور وہ بہت بڑا عہدہ (وزیر اعظم کا) تھا۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السّلام نے بادشاہ کے اصرار کو دیکھ کر فرمایا کہ فی الحال مجھے وزیر خزانہ بنا دو تاکہ میں امّت کو قحط کی مصیبتوں سے بچانے کی تدبیر کردوں۔

آیاتِ متعلقہ کا بنظرِ غائر جائزہ لینے کے بعد یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عہدہ طلب نہیں فرمایا بلکہ جو بڑا عہدہ پیش کیا گیا تھا اسے رد فرما کر محض اس عہدے کو قبول فرمالیا جس سے خلق اللہ کے مصالح وابستہ تھے۔

۷۔ رہا سوال احادیث کا تو اس

سب سے بڑا خائن وہ ہے جو عہدہ طلب کرے
ارشادِ نبویؐ

مسئلے سے متعلق اکثر احادیث خود خواجہ صاحب موصوف نے اپنے مضمون میں لکھ دی ہیں، اس لیے انہیں دوبارہ نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ البتہ حضرت ابوموسیٰؓ والی روایت انہوں نے پوری نقل نہیں کی ہے، اس لیے اس کا ترجمہ لکھا جارہا ہے:

"حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم ہم عہدہ کسی ایسے شخص کو ہرگز نہیں دیں گے جو اس کا سوال کرے اور نہ ایسے شخص کو جو اس کا لالچ کرے۔"

اور ایک روایت ہے کہ:
ہم کسی ایسے شخص کو حاکم نہیں بناتے جو اس کا ارادہ کرے (طلب کرے)
(بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۳۲۰ طبع دمشق)

ابوداؤد شریف میں ایک روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بے شک ہمارے نزدیک سب سے بڑا خائن وہ ہے جو عہدہ طلب کرے۔
(ابوداؤد شریف جلد ۲ صفحہ ۴۰۶ طبع کانپور)

خواجہ محمد صفدر صاحب میرے نزدیک نہایت صاحبِ بصیرت، بالغ نظر، محبِ وطن اور اسلام دوست رہنما ہیں اور میں اُن کا دل سے احترام کرتے ہیں۔ اس لیے مجھے یقین ہے کہ وہ حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد بے بصیرت لوگوں کی طرح اپنی بات پر نہیں اڑیں گے اور اس بات کو انشراحِ قلب کے ساتھ تسلیم کرلیں گے کہ:

"اسلامی مملکت میں عہدہ طلب کرنے والا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بقول اس قابل نہیں کہ اسے کوئی عہدہ دیا جائے اس لیے کہ وہ آپؐ کے نزدیک سب سے بڑا خائن ہے۔

.....

نوٹ: حوالہ کی عربی و فارسی عبارتیں اس لیے نہیں لکھی گئی ہیں کہ کتابت میں دشواری ہوتی۔

نیند سے جاگتے وقت کی سنتیں

۱۔ سُنّت: نیند سے اٹھتے ہی دونوں ہاتھوں سے چہرے اور آنکھوں کو ملنا تاکہ نیند کا خمار دور ہو جائے۔ (شمائل ترمذی)

۲۔ جاگنے کے بعد یہ دعا پڑھنا:
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ۔

۳۔ جب بھی آپ سو کر اٹھیں تو مسواک کرنا۔ (ابوداؤد)

ف: وضو میں دوبارہ مسواک کی جائے گی۔ وہ علیحدہ مسنون ہے۔ سو کر اٹھتے ہی مسواک کرلینا علیحدہ سُنّت ہے۔
بشکریہ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ

محمد عنایت اللہ وارثی

قانون کی دو بنیادیں
انسان اور قرآن

قانون بنانے والے کے سامنے دو ہی مقصد ہو سکتے ہیں:

۱۔ پہلا یہ کہ اسے اپنی ذات، اپنے اقتدار اور اپنے مفاد کی حفاظت مطلوب اور مقصود ہو گی۔
اس قسم کے قانون کی رُوح لازماً یہ ہو گی کہ:
عوام میں جھگڑے زیادہ سے زیادہ پیدا ہوں۔
اس بنا پر دستور اور قانون ترتیب دینے والے قانون ساز یا حکمران کی غرض اس طرح پوری ہو گی کہ ملک کی با اختیار قوت، برسرِ اقتدار پارٹی، ہیئتِ حاکمہ اور اُس کی مقرر کردہ عدلیہ اور انتظامیہ کو عوام کے ہر معاملہ میں مداخلت کے زیادہ سے زیادہ مواقع مہیا ہوں۔ عوام اپنے ہر معاملہ اور ہر چھوٹے سے چھوٹے جھگڑے تنازعے میں پولیس چوکیوں تھانوں اور عدالتوں کی طرف رجوع کرنے کے لیے قدم قدم پر مجبور ہوں گے۔ کورٹ فیس کی رقمیں، عدالتی مواجب اور سرکاری ٹیکسوں کے ذریعہ حکومت کی آمدنی میں اضافہ ہو گا۔ سرکاری اہل کاروں کے سامنے عوام کی خوشامدیں اور حکومتی پارٹی کے عوامی نمائندوں کی بے پناہ رات دن سفارشیں بالواسطہ حکومت کے وجود یا ظلِ عاطفت کی ضرورت بلکہ روزافزوں احتجاج میں اضافہ کریں گے اور حکومت کے یہ ایجنٹ خود بھی من مانیاں کریں گے اور مرکز حکومت کو بھی مضبوطی اور استواری حاصل ہو گی۔ دھوکے، فریب کا دروازہ عوامی زندگی میں کھل جائے گا۔ جھوٹ میں ترقی ہو گی اور جھوٹے مقدمات میں اس قدر اضافہ ہو گا اور ہوتا چلا جائے گا کہ عدالتوں کو فرصت نہ ملے گی۔ عدلیہ کے ججوں اور انتظامیہ کے

فرعونِ مصر نے بنی اسرائیل کی توجہ دوسری طرف پھیرنے کے لیے انہیں معاشی اور معاشرتی مشکلات کا شکار بنایا تھا۔

انسانی معاشرے میں حقیقی مساوات اور صحیح معنوں میں انسانیت کی جلوہ گری

افسروں میں اضافہ در اضافہ ناگزیر ہوتا چلا جائے گا اور اس طرح حاکمانہ مشینری کے پرزوں میں روزافزوں ترقی ہوتی جائے گی، تاہم جرائم کم ہونے کے بجائے اور بڑھتے جائیں گے، کیونکہ یہ اضافہ دراصل جرائم ہی کے اسباب میں اضافہ ہے۔

اس سارے سلسلہ سے اس حکومت کا یہ خاص مقصد بآسانی حاصل ہو جائے گا کہ عوام کو اتنی فرصت ہی نہ مل سکے گی کہ وہ حکومت یا حکمران پارٹی کے متعلق بھی کچھ سوچ سکیں اور اپنے حالات پر بھی توجہ دے سکیں بلکہ ملک کے عوام وخواص کی تمام تر توجہ صرف حاکم کی ذات تک محدود ہو کر رہ جائے گی اور سب کچھ اسی ذات کو سمجھا جائے گا۔

بالکل اسی طرح خدائی دعوٰے کرنے والے فرعون مصر نے بنی اسرائیل کی توجہ دوسری طرف پھیرنے کے لیے انہیں معاشی اور معاشرتی مشکلات کا شکار بنایا تھا۔ اپنی پارٹی کو مخاطب کرکے کہتا ہے:

"اُس نے اپنے لوگوں سے کہا.... آؤ ہم اس سے دانشمندانہ معاملہ کریں.....انہوں نے ان پر خراج کے لیے محصل بٹھائے تاکہ انہیں اپنے سخت کاموں کے بوجھوں سے ستادیں...."

(خروج۔ باب ۱: ۱۲)

اصل غرض یہ تھی کہ انہیں اجتماعی طور پر قومی شعور اور احساس سے دُور کر دیا جائے۔ زبور کے الفاظ ہیں:

"آؤ ان کو اُکھاڑ ڈالیں کہ قوم نہ رہیں اور اسرائیل کا نام پھر ذکر میں نہ آئے۔ (زبور ۸۳-۵)

ہر اقتدار کا بھوکا حکمران اسی قسم کا قانون مرتب کرے گا۔ قانون کی یہ قسم وہ ہے جس کی بنیاد "انسان" ہے قرآن نہیں۔

۲۔ قانون بنانے والے کے پیشِ نظر دوسرا مقصد یہ ہوسکتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے جھگڑے کم ہوں۔

اس مقصد کی تکمیل کے لیے سب سے بہتر صورت یہ ہوسکتی ہے کہ سب سے پہلے عوام کے اخلاق کی اصلاح کی جائے۔ ہر شخص دوسرے کو ذلیل کرکے معزّز بنتے اور چھوٹا ثابت کرکے بڑا بننے کے بجائے جس سے نوبت بر نوبت دونوں ذلیل ہو جاتے ہیں۔ دوسروں کی عزّت کرکے اُس کے دل میں اپنی عزّت پیدا کرے تاکہ دونوں معزز بن جائیں۔ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور بڑا بننے کے فطری جذبہ کی آبیاری صرف فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَات (نیکیوں میں دوسروں سے آگے بڑھو) (بقرہ-۱۸۰) کی صورت میں کریں جس میں محض خیر ہی خیر آگے بڑھے گی اور بھلائی ہی میں روزافزوں ترقی ہو گی۔

دوسرے کے مال کی حفاظت کرکے اسے اپنے مال کی حفاظت کا ذمّہ دار اور محافظ بنائے، یہاں تک کہ معاشرے کے ہر فرد میں اپنے حق کی طرح ہی دوسرے کا حق پہچاننے کی اہلیت اور صلاحیت پیدا ہو جائے، اپنے اپنے احتساب اعمال کا احساس

ہر فرد میں بیدار ہو۔

ہر صورت میں ہر چھوٹے سے چھوٹا جھگڑا پولیس اور عدالت تک جانے کے بجائے بڑے سے بڑا معاملہ بھی عوام کی دیانت اور امانت پر چھوڑ دیا جائے گا۔ حکومت عوام پر اعتماد کرے گی اور وہ حکومت پر خوش ہوں گے۔ قانون اور قانون سازی کا اصل مقصد پُورا ہوگا جو امن اور اطمینان اور رفاہیت اور ہر فرد کے حق کی حفاظت ہے البتہ خاص خاص اہم معاملات اور حالات میں حکومت مداخلت کرے گی۔

فرعون جیسے غرض مندانہ اور مفسدانہ انسانی عزائم کے مقابلہ میں قرآن حکیم اور قرآن کا قانون یہی چاہتا ہے۔ فرمایا ہے:

"اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور اُن کو حکام کے پاس اس لیے نہ لے جاؤ کہ لوگوں کے مالوں کا ایک حصّہ جان بوجھ کر گناہ کے ذریعہ کھاؤ۔"

(بقرہ)

باطل صورت میں کسی کا مال کھانے کے وہ سب طریقے جو لوٹ مار، دھوکہ، فریب، جوابازی، شراب نوشی، ملاوٹوں وغیرہ جیسی بے شمار بُرائیوں اور بدعنوانیوں کے ہو سکتے ہیں، سب ختم ہو جاتے ہیں کیونکہ ایسے معاشرے کے افراد آخرت کی جواب دہی سے ڈرتے ہیں جو ہر شے کے خالق عالم الغیب کے سامنے ہونے والی ہے۔

اس نظام حکومت میں عوام کی توجہ کسی انسانی فرد اور حکمران کے بجائے صرف احکم الحاکمین ذات باری تعالیٰ کی مطلق حاکمیّت کی طرف جذب ہو جاتی ہے جس سے انسانی معاشرے میں حقیقی مساوات قائم ہوتی ہے اور انسانیت صحیح معنوں میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے حجرے کے دروازے کے قریب کچھ لوگوں کو جھگڑتے سُنا۔ آپ باہر تشریف لے آئے اور فرمایا:

"میرے پاس مقدمہ آتا ہے مدّعی اپنی چرب زبانی سے دعویٰ ثابت کرلیتا ہے، حالانکہ حق دوسری جانب ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ میں بھی ایک بشر ہوں، چنانچہ میں اُس بیان کے مطابق اُس کے حق میں فیصلہ نافذ کر دیتا ہوں۔ مگر وہ یہ سمجھ لے کہ ایک مسلمان کا مال ناجائز طریق سے لینا، آگ لینا ہے اور وہ آزاد ہے اسے قبول کرلے یا چھوڑ دے۔"

عوام کی ذمّہ داری اور خود اعتمادی کی تربیّت اور دُوسری طرف آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خود اپنی بےنفسی کے اعتراف واعلان کا اس سے بلند تر اور کیا مقام ہو سکتا ہے؟

یہ قانون کی وہ دُوسری قسم ہے جس کی بنیاد "انسان" نہیں "قرآن" ہے۔

قرآن کی بنیاد پر مرتّب ہونے والے قانون کی رُوح بےنفسی، بےغرضی اور بےنیازی ہے، اس لیے کہ وہ خدائے لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ کا قانون ہے جو ذات اقدس ہر خویش وپیوند ہر تعلّق اور ہر حاجت وغرض سے بےنیاز وبالاتر ہے۔ اس قانون میں ہر ایک کے لیے نفع ہی نفع مضمر ہے۔ اس لیے کہ یہ ربّ العٰلمین پروردگار خلائق کا قانون ہے جو اس نے اپنے لیے نہیں بنایا ہے اور سب کے لیے ایک جیسا ہے۔

باقی ص۲۶ پر

مولانا احمد علی سراج

قرآن و حدیث کی روشنی میں

غصّہ کی مذمّت اور اس کا علاج



ایک شخص جناب رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ بتا دیجئے جس پر عمل کروں، مگر زیادہ نہ ہو شاید اسے میں گرہ باندھ لوں۔

رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُسے فرمایا کہ غصّہ نہ کیا کرو۔ اُس نے پھر وہی بات کہی، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پھر وہی جواب دیا۔ غرضیکہ چند بار اسی طرح سوال و جواب ہُوا۔ (بخاری شریف)

دوسری روایت میں ہے کہ سائل نے یوں کہا تھا کہ یا رسول اللہ! مجھے ایک ایسا عمل بتا دیجیے جس کے ذریعے جنّت میں داخل ہو جاؤں لیکن زیادہ نہ بتائیے تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "غصّہ نہ کیا کرو۔" (شرح ابن رجب)

حضرت ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ایک شخص نے درخواست کی کہ مجھے وصیت فرمائیے۔

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا لَا تَغْضَبْ یعنی غصّہ نہ کیا کر۔ غرض کہ تین بار یہی سوال اور یہی جواب فرماتے رہے۔ (بخاری شریف)

پینے والی چیزوں میں غصّہ کا گھونٹ پینا سب سے افضل ہے

غصّہ پینے کا ثواب

حضرت سہل بن معاذؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "جس نے غصّہ کے تقاضے پر عمل کرنے کی قوّت رکھتے ہوئے غصّہ پی لیا۔ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ اس کو ساری مخلوق کے سامنے بُلا کر اختیار دیں گے کہ جو حُور تو پسند کرے لے لے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ اُس کے دل کو امن اور ایمان سے بھر دیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

غصّہ پینے کی فضیلت

بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "جو شخص اپنے غصّہ کو روک لیتا ہے خداوند کریم قیامت کے روز اس سے اپنے عذاب کو روک لے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "اللہ کی رضا کے لیے غصّہ کا گھونٹ پی جانے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی گھونٹ کا پینا افضل نہیں ہے۔ (احمد)

احادیث میں غصّہ کا علاج

غصّہ کو روکنے کے بارے میں ارشادات کے ساتھ اس کے علاج کئی مقامات پر وارد ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب غصّہ آئے تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہے۔ ترجمہ: میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ سے شیطان مردود کے شر سے۔

غصہ آئے تو اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھیے

ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ اگر کوئی شخص روزانہ صبح اٹھنے کے بعد دس بار اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ پُورے دن کے لیے اس شخص کی گناہوں سے حفاظت کے لیے مقرر کر دیا جاتا ہے۔ (حصن حصین)

غصّے کو رد کنے کے بارے میں دوسرا علاج جو کہ احادیث سے ملتا ہے وہ یہ کہ غصّے کی حالت میں انسان اپنی زبان کو بند کر لے اور بالکل گونگا ہو جائے۔ تیسرا علاج یہ کہ زمین سے چپک جائے۔ (ترمذی)

احمد و ترمذی شریف میں یہ حدیث بھی وارد ہے کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "بلاشبہ غصّہ شیطان کی طرف سے ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی ہی بُجھاتا ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصّہ آ جائے تو وضو کر لے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "جب تم میں سے کسی کو غصّہ آ جائے اور وہ اُس وقت کھڑا ہو تو چاہیئے کہ بیٹھ جائے۔ اگر بیٹھنے سے غصّہ چلا جائے تو خیر ورنہ لیٹ جائے۔ (ترمذی شریف)

مشکوٰۃ شریف میں ایک روایت نقل ہے کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "بلاشبہ غصّہ ایمان کو اس طرح بگاڑ دیتا ہے جیسے ایلوا شہد کو بگاڑ دیتا ہے۔"

طبعی طور پر انسان میں غصّہ رکھا گیا ہے۔ غصّہ کا روکنا تو مشکل ہے لیکن انسان اس پر قابو پا سکتا ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ جناب رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ "کہ (اپنے مدمقابل پہلوان کو) پچھاڑ دینے والا زوردار اور پہلوان نہیں ہے۔ زوردار اور پہلوان وہ ہے جو غصّہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔"

ان احادیث کی روشنی سے ہمیں چاہیئے کہ غصّہ جیسے خبیث مرض سے بچ کر رہیں کیونکہ غصّہ شیطانی افعال کی جڑ ہے۔ اس سے ایمان کے ختم ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ انسان بسا اوقات غصّہ کی حالت میں اپنا بہت زیادہ نقصان کر بیٹھتا ہے

جو غصّہ کو روک لیتا ہے خداوند کریم قیامت کے روز اس کے لیے اپنا عذاب روک لے گا

حدیث نبوی

جس سے بعد میں اُسے افسوس و صدمہ ہوتا ہے۔ اس طرح بعض لوگ غصّے کی حالت میں بے قابو ہو کر قتل و غارت کے جرم کے مرتکب ہو کر اپنی دنیا اور آخرت بھی برباد کر بیٹھتے ہیں اور جو پھر سوائے پچھتاوے کچھ بھی فائدہ نہیں۔

گھروں میں چھوٹی چھوٹی سی باتوں پر میاں بیوی کے درمیان جو

طلاق کی نوبت آجاتی ہے اُس کی وجہ بھی غصہ ہے جس کی وجہ سے آباد گھر برباد ہو جاتے ہیں، اِس لیے اسلام نے غصہ کے مرض کی خوب مذمت کی ہے اور مسلمانوں کو عفوو درگذر اور صبر و استقامت کی تعلیمات دی ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ عفوو درگذر اور صبر و استقامت کے دامن کو اگر چھوڑ دیا جائے تو پھر انسانوں کے لیے اس دنیا میں مل جل کر رہنا سہنا مشکل ہو جائے۔ میاں بیوی کے درمیان اچھے اور خوشگوار تعلّقات کا انحصار عفوو درگذر کے اصولوں پر گامزن ہونے پر ہے اور اگر عفوو درگذر کو چھوڑا جائے اور غصہ میں انسان اپنے جذبات کی تکمیل کرتا رہے تو پھر ایک خوشحال و آباد گھرانا بھی بربادی ویرانی کا شکار ہو جائے۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اسلام کے نظامِ حیات کو اپنا لائحہ عمل بنائیں اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنی دُنیا و آخرت کی زندگی کو کامیاب و کامران کریں۔ آپس کے جھگڑے اختلافات اور تنازعات سے کنارہ کش ہو کر اسلام کے مقدس پیغام اخوت، مساوات برادری یعنی بھائی چارہ اور نیکیوں کے حکم کے نیکی کے کام پر چل کر اور برائیوں سے رو کتے ہوئے بُرے کام سے ہٹ کر پاکیزہ زندگی گزاریں۔ اللہ تعالٰے سب مسلمانوں کے دل ایک بنا کر اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ: اسوۂ حسنہ

اور جلیل الشان معلوم نہیں ہوتا۔" سیل "مقدمہ ترجمہ قرآن" میں لکھتا ہے کہ:۔

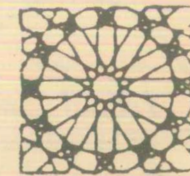
"میں نے کبھی کسی کتاب میں نہیں پڑھا کہ خدیجہؓ کو محمدؐ کی رسالت کے دعویٰ میں کبھی شبہ ہُوا ہو۔"

ٹامس کارلائل لکھتا ہے کہ:۔

"صحرا کا غواص طبیعت والا باشندہ (محمدؐ) اپنی چمکتی ہوئی کالی آنکھوں اور کھلی صاف ملنسار اور وسیع روح کے ساتھ بلند نظری اور ہوا و ہوس کے نہیں بلکہ کچھ اور ہی خیال رکھتا تھا۔ کم سخن، گھمبیر، بڑے اعلیٰ درجے کی رُوح، وہ ضرور نہایت سرگرم پر جوش لوگوں میں سے تھا، جن کو خدا ہی نے خلوص اور صداقت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

بقیہ: قانون کی دو بنیادیں

"قرآن" کو چھوڑ کر "انسان" کی بنیاد پر مرتب ہونے والے قانون میں غرض ہی غرض اور ہوس ہی ہوس



قارئین کرام کو

عید مبارک

(ادارہ خدام الدین)

ہوسکتی ہے جس سے اس وقت تک نفع حاصل نہیں ہوسکتا۔ جس وقت تک دوسرے کا نقصان نہ ہو۔ دنیا کو اس سے علیحدہ کر کے نقصان ہی نقصان حاصل ہوسکتا ہے ؎

ہوئی دین و دنیا میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری ہوس کی وزیری

بقیہ: طبی مشورے

دونوں ملا کر کھایا کریں۔

۳۔ دوپہر کے کھانے کے درمیان ایک چمچی روغنِ زیتون پی لیا کریں نیز رات سوتے وقت گردن کے پیچھے زیتون کی مالش کیا کریں۔

۴۔ رات سوتے وقت گلقند ۵ تولہ یا اطریفل اسطخودوس ۶ ماشہ دودھ کے ساتھ کھایا کریں۔

مدرسہ عربیہ جامعہ سراجیہ سعیدیہ تعلیم القرآن رجسٹرڈ کوٹ اڈو

گذشتہ دس برس سے دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔

مدرسہ کے قیام کا خصوصی مقصد قرآن مجید۔ حفظ و ناظرہ بمعہ رعائتیہ تجوید قرأت کی تعلیم ہے۔ مدرسہ میں اس وقت چھبیس مسافر اور تیس مقامی طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

ضروریاتِ مدرسہ

اس وقت مدرسہ کو تعمیرات کا مسئلہ درپیش ہے۔

اہلِ خیر حضرات ـــــ توجہ فرمائیں

تمام مسلمانانِ پاکستان سے بالخصوص علاقہ کے دینی جذبہ رکھنے والے احباب سے اپیل کی جاتی ہے کہ اس دینی ادارہ میں صدقات نافلہ اور واجبہ فطرہ۔ عشر۔ زکوٰۃ اور چرمہائے قربانی سے معاونت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

ترسیلِ زر کا پتہ: صوفی محمدؐ اجمل، مہتمم مدرسہ ہذا، وارڈ ۲ کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ